تحریر: جناب پروفیسر غلام نبی عارف۔ گورنمنٹ ڈگری کالج باغبانپورہ لاہور

اسلام کا نظام زکوٰۃ و دیگر نظامہائے معاش

قسط ۳

اسلام کا نظام زکوٰۃ!

قبل اس کے کہ میں اسلام کے نظام زکوٰۃ کی تفصیل پیش کروں۔ اسلامی نظامِ معیشت کے اساسی افکار پہ روشنی ڈالتا ہوں۔

اسلام انسانی معاش کے بارے میں سرمایہ داری یا اشتراکیت کیطرح افراط و تفریط کا شکار نہیں ہے۔ نہ وہ اس مسئلہ کو اتنا غیر اہم اور غیر ضروری تصور کرتا ہے کہ اس کو یکسر نظر انداز کر دے۔ اور نہ ہی وہ اس کو اتنا اہم اور بلند مقام دیتا ہے کہ انسان کی تمام سرگرمیاں اور اعمال حیات پر صرف اور صرف یہی ایک مسئلہ بھوت کی طرح سوار ہو جائے۔ اس کی تمام بے قراریاں اور بے چینیاں شکم کیلئے وقف ہو جائیں۔

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ الکہف ۱۰۳، ۱۰۴

تو کہہ (اے پیغمبر) کیا نہ ہم تم کو ان لوگوں کی خبر دیں جن کے اعمال سراسر خسارہ و نقصان میں ہیں تو وہ یہ ہیں کہ جنکی تمام تگ و دو صرف دنیوی زندگی میں کھو گئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ کوئی اعلیٰ احسین کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔

مگر اسلام اس بارے میں راہ اعتدال کا انتخاب کرتا ہے۔

حکومتِ وقت کی ذمہ داری!

اسلام حکومت وقت کو اس امر کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے مواقع پیدا کرے تاکہ وہ ضروریات زندگی کے حصول کے ساتھ تخلیق انسانی کے

اعلیٰ و ارفع مقام تک پہنچ سکیں دروہ نیابت الٰہی کا مقام ہے۔ اور منشائے وحی و تنزیل کی عملی تسویہ ہے۔ اسلامی ریاست کے فرائض منصبی میں یہ امر شامل ہے کہ وہ ایسے انتظامات کرے۔ جس سے تمام لوگوں کی ضروریاتِ زندگی آسانی کے ساتھ پوری ہوجائیں اور اگر کوئی فرد اس قابل نہیں ہے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکے تو وہ قومی خزانے سے اتنی رقم لینے کا حقدار ہے جس سے اس کی احتیاج ختم ہوسکے۔ یہ کفالت عامہ کا اصول ہے۔ جس سے کوئی اسلامی ریاست انحراف نہیں کر سکتی۔

بنیادی احتیاج!

انسانی احتیاج کی کوئی قطعی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ انسان تو بے شمار سہولیات اور آسائشوں کو اپنی ضروریات میں شامل کر سکتا ہے۔ لیکن ہم اس ضرورتِ احتیاج کو اہمیت دیتے ہیں جس کے بغیر اس کے مادی وجود کو ضرر یا ضیاع کا خطرہ ہو اور وہ بنیادی ضروریات چار ہیں۔

۱ زندہ رہنے کیلئے خوراک۔
۲ تن پوشی کیلئے لباس۔
۳ سر چھپانے کیلئے مکان۔
۴ بیماری کی حالت میں طبی امداد۔

جو معذور اور اپاہج ہیں ان کے لیے تو مزید سہولت کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح اس چار کے عدد میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ حکومت اسلامی کی ذمہ داری کے سلسلہ میں سنن ابی داؤد میں کتاب الخراج والفئ والإمارة کے عنوان کے تحت بروایت ابو مریم ازدی فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔

سمعت رسول اللہ یقول من ولاہ اللہ عزوجل شیئاً من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتہم وخلتہم وفقرھم احتجب اللہ عنہ

دون حاجته وخلته وفقره (سنن ابی داؤد ج: ۳ ص ۳۵۶)

ابو مریم ازدی کا کہنا ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے معاملات کا نگران بنایا ہے اور وہ ان کی حاجت و ضرورت اور تنگدستی سے غافل ہو کر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت اور تنگدستی سے بے نیاز ہو جائے گا۔

اس فرمانِ رسول میں فقر کا لفظ بنیادی ضروریات (غذا، مکان، لباس، علاج) کے معنی و مفہوم کو ادا کرنے کیلئے کافی ہے۔ حاجت اور خلت کے الفاظ دیگر ضروریات کو شامل ہو سکتے ہیں۔

تعلیمات نبویہ کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ جب کسی صحابی کو فرمانِ رسول کا علم ہوتا تو فوراً عمل کی مجسم تصویر بن جاتا ________ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ یہی فرمانِ رسول جب ابو مریم ازدی نے حضرت امیر معاویہ رضؓ کو سنایا تو انہوں نے فوراً ایک آدمی کو لوگوں کی ضروریات پورا کرنے پر متعین کر دیا۔

اسی نوعیت کی ایک روایت جامع ترمذی میں مرقوم ہے ــ قَالَ عمرو بن مُرة لمعاویه انی سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول۔ ما من امام یغلق بابه دون ذوی الحاجة والخلة والمسکنة والا اغلق الله ابواب السماء دون خلته وحاجته ومسکنته فجعل معاویة رجلاً علی حوائج الناس۔ (جامع ترمذی ج: ۳ ص ۶۱۹)

راوی حضرت عمرو بن مرہ نے حضرت امیر معاویہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو حاکم حاجتمندوں، ضرورت مندوں اور ناقہ مستوں پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی حاجت و ضرورت اور ناقہ مستی پر آسمان کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ نے فوراً لوگوں کی ضروریات پوری کرنے

کے لیے ایک آدمی کو مقرر کر دیا۔

ان فرامین رسول سے تو یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فقراء و مساکین کیلئے بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں اس ذمہ داری کا شدت سے احساس تھا۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دورِ ملوکیت میں بھی عوام الناس کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بہت کم وقت ملا۔ پھر بھی وہ اس ذمہ داری کی ادائیگی کے بارے میں فکر مند رہتے تھے جب خلافتِ فاروقؓ کا دور آیا اور یہ دس سال کا طویل عرصہ تھا۔ تو انہوں نے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایسی روشن مثالیں قائم کیں کہ رہتی دنیا تک ان کی روشنی رہے گی۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ ــــــــــــ لو مات جمل ضیاعًا علی شط الفرات لخشیت ان یسألنی اللہ عنہ۔ (الطبقات الکبریٰ ابن سعد ج : ۳ ص ۳۰۵)

اگر ساحلِ فرات پر کوئی اونٹ بے آسرا مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ اس کے بارے میں مجھ سے جواب طلب کرے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عوامی خدمت کے سلسلہ میں اس قدر واقعات اسلامی تاریخ میں موجود ہیں کہ یہ مختصر سا مقالہ ان کے تفصیلی ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا انہوں نے تو ایک ذمی یہودی کو بازار میں بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو اس کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا اور فرمایا کہ جوانی تو اس نے ہماری خدمت میں کھپا دی۔ اب ہم اس کو بڑھاپے میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے۔

حضرت ذوالنورین عثمان غنیؓ نے ایک دفعہ قحط سالی کے موقع پر غلہ سے لدے ہوئے سینکڑوں اونٹ فروخت کرنے کے بجائے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔ یہ تاریخ اسلام کی درخشاں و تاباں مثالیں ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے آپ کو رعایا کیلئے وقف کیے رکھا

تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے ــــــــ وما احد منکم تبلغنی حاجتہ الا حرصت ان اسد من حاجتہ ما قدرت علیہ۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)
جب بھی مجھے تمہاری حاجت کا علم ہوتا ہے تو میں اسے پورا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہوں۔

اشاعت علم:

معاشرے کو صحت مند خطوط پہ چلانے کیلئے تعلیم بھی بنیادی ضرورت بن گئی ہے۔ گو اس پہ انسان کی بقا کا انحصار نہیں ہے۔ مگر اسلامی ریاست نے اس ذمہ داری کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے۔

کتب احادیث میں ایسی روایات موجود ہیں کہ رسول اکرمؐ نے نظام تعلیم کو شروع سے ہی منظم کر دیا تھا۔ فتح بدر کے بعد جو قیدی مدینہ منورہ لائے گئے تھے۔ ان میں متعدد قیدیوں کی رہائی کا فدیہ یہ قرار پایا تھا کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

(الطبقات الکبریٰ ابن سعد ج: ۲ ص ۲۲۲)

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن العاص کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ مدینہ کے باشندوں کو لکھنا سکھائیں۔ (الاستیعاب ابن عبدالبر ج: ۱ ص ۳۹۳)
اصحاب صفہ کو باقاعدہ تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جو قبائل عرب میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عرب قبائل کی فرمائش پہ تبلیغ دین کیلئے ستر قراء کو بھیجا تھا۔ ــــــــ حضرت عمر فاروقؓ نے بچوں کی تعلیم کیلئے باقاعدہ تنخواہ دار معلم مقرر کر رکھے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج: ۳ ص ۲۲۲)

عن الوضیف بن عطاء قال: ثلاثۃ کانوا بالمدینۃ یعلمون الصبیان وکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منہ خمسۃ عشر درھما کل شھر
وضیف بن عطاء کا بیان ہے کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور حضرت عمر بن خطابؓ

ہر معلم کو پندرہ درہم ماہانہ تنخواہ ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیہاتی مسلمانوں کی تعلیم کیلئے تنخواہ دار معلم مقرر کر رکھے تھے۔ اور آپ نے طلباء کیلئے وظائف بھی مقرر کیے۔ (کتاب الاموال ابو عبید ص ۲۶۲)

مقروض میت کے قرض کی ادائیگی!

فرمانِ رسالت۔ ــــ انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم، فمن توفی وعلیہ دین فعلیّ قضاءہ۔ (کتاب الاموال ابو عبید۔ ص ۲۲۰)

میں مومنوں سے سب سے زیادہ قریبی تعلق اور رشتہ رکھتا ہوں۔ پس جو کوئی مقروض ہو کر فوت ہو گا۔ تو میں اس کے قرض کی ادائیگی کروں گا۔

متوفی کی اولاد کی کفالت!

جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ ــــ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ترك مالاً فلاھلہ ومن ترك ضیاعًا فالیّ۔ (جامع ترمذی کتاب الفرائض باب اول ص ۴۱۳) ــــ جو شخص مال چھوڑ کر مرا تو وہ اس کے اہل خانہ کا حصہ ہے۔ اور جس نے کمزور اور بے سہارا بچے چھوڑے تو ان کی کفالت کا میں ذمہ دار ہوں۔ (ابواب الفرائض)

ریاست کی سرپرستی!

اسلامی ریاست اپنے تمام مسلم وغیر مسلم شہریوں کی کفالت کی ذمہ دار ہے۔ معاشرہ کی فارغ البالی اور خوشحالی اور اس کی بنیادی ضروریات سے کوئی اسلامی حکومت غفلت اور بے خبری کا شکار نہیں ہو سکتی ــــ پیغمبر رحمتؐ کا ارشاد گرامی ہے۔

اللہ ورسولہ مولی من لا مولی لہ۔ (جامع ترمذی کتاب الفرائض ج ۴ جزء رابع ص ۴۲۱)

اللہ اور اس کا رسول ہر اس شخص کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔

مزید فرمایا ــــ السلطان ولی من لا ولی لہ۔ (جامع ترمذی۔ ابواب النکاح) ص ۴۰۷)

جس کا کوئی سرپرست نہ ہو حاکم وقت اس کا سرپرست ہے۔

کتب احادیث اور تاریخ اسلام میں بہت سی ایسی روایات اور مثالیں موجود ہیں. جن سے اسلام کی اعلیٰ روشن تعلیمات پہ روشنی پڑتی ہے. جن سے سوشلزم کے بے روح نعروں کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے. انسان کا سچا ہمدرد اور خیر خواہ صرف اسلام کا نظامِ مودت و رحمت ہی ہے۔

دست ہر نا اہل بیمارت کند
سوئے مادر آکہ تیمارت کند (رومی)

اسلام کے اہم معاشی اصول

اب مختصراً اسلامی معیشت کے اہم اصول بیان کیے جاتے ہیں۔ اگر ان کو کاروبارِ حیات میں مدنظر رکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشی امور میں کسی قسم کا خلل واقع ہو۔

۱ ——— حلال و حرام کی معرفت۔
۲ ——— انفاق فی سبیل اللہ کا حکم۔
۳ ——— نظام زکوٰۃ۔
۴ ——— قانونِ وراثت۔
۵ ——— تقسیم مالِ غنیمت و فئی۔
۶ ——— خرچ میں راہ توسط

حلال و حرام کی معرفت!

ایک مسلمان کیلئے یہ انتہائی ضروری امر ہے کہ اسے حلال و حرام کے درمیان جو فرق و فاصلہ ہے اس سے کماحقہ آگاہ ہو۔ تاکہ اس کے غلط اور بے راہ کاروبار کی زد مفاد عامہ پہ نہ پڑے۔ اس بارے میں بطور اصول یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ جس کاروبار میں ایک فریق کی بھلائی اور دوسرے فریق کا خسارہ و نقصان ہو وہ لین دین ناجائز ہے۔ اور اگر معاشی فوائد کا تبادلہ مساوی حصہ داری پہ ہو تو یہ لین دین کی صورت جائز ہے ___ یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم

بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما۔ (النساء : ۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ۔ البتہ باہمی رضامندی سے تجارتی کاروبار ہو اور اس سے نفع ہو تو جائز ہے۔ اور اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو۔ بیشک اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

اس آیت میں دونوں پہلوؤں (لا ضرر ولا ضرار) (اربعین نووی) کو بیان کیا گیا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا فرمان!

اسلام افراد معاشرہ کے مفاد کو زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اس لیے وہ مال کو خرچ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ مال محنت و مشقت کی کمائی ہو یا انعام خداوندی ہو جو بلا مشقت حاصل ہو گیا ہو۔

یاایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون۔ (البقرہ : ۲٦۷)

اے ایمان والو! جو پاکیزہ مال تم نے کمایا ہے اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں۔ ان میں سے (راہ خدا) میں خرچ کرو۔ اور ان کے ناپاک اور گھٹیا چیزوں کے خرچ کا قصد مت کرو۔

نظام زکوٰۃ!

اس عنوان پر تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کی جا رہی ہے۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ (التوبہ : ۱۰۳)

اے پیغمبر! ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کرو اور اس طرح ان کو پاک و صاف کرو۔

قانون وراثت!

اگر کسی مسلمان کے پاس تمام شرعی اور مالی واجبات ادا کرنے کے بعد بھی کچھ مال بچ

کیا ہے تو اسلام نے قانون وراثت کے ذریعہ اس پر کاری ضرب لگائی ہے اور اسے مستحق ورثاء میں بانٹ دیا ہے۔ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم۔ (النساء: ۱۱/۴)

تقسیم اموال غنیمت !

کسی جنگی کاروائی کے نتیجہ میں جو مال حاصل ہو۔ وہ مال غنیمت ہے اسلام نے تقسیم غنائم وفئی کیلئے مستقل اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں۔ جو اس کی اعلیٰ انتظامی صلاحیت اور عوام کی فلاح و بہبود کے مظہر ہیں۔ یہ مال نہ صرف فاتح کا حصہ ہے نہ بادشاہ وقت کا اور نہ جس کے جو ہاتھ لگا لے جائے ـــــ ہدایتِ قرآنی ملاحظہ ہو۔

واعلموا انما غنمتم من شئی فان للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربٰی والیتٰمٰی والمساکین وابن السبیل ۔ (الانفال: ۴۱)

اور جان لو: جو تمہیں مال غنیمت ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور اس کے اقارب اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے۔

خرچ میں راہ توسط !

اسلام افراط و تفریط کی راہ نہیں دکھاتا۔ وہ راہ اعتدال کو اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وجعلناکم امۃ وسطا ۔ ہم نے تم کو راہ اعتدال اختیار کرنے والی امت بنایا ہے۔ خیر الامور اوسطہا ۔ یہ انفس و آفاق کا پورا نظام اعتدال و توازن پر قائم ہے۔ تکوینی امور میں نظام اعتدال رب السمٰوٰت والارض کے ہاتھ میں ہے۔ اور جب اس کائنات کو اللہ کے ہاں ختم کرنا مطلوب ہوا تو وہ اشیاء کے اندر کے توازن و اعتدال کو بگاڑ دے گا۔ اور قیامت بپا ہو جائے گی۔ شرعی اُمور ہوں یا دنیوی امور سب میں اعتدال کی بہت ضرورت ہے اگر اللہ نے کسی شخص کو کثرت دولت سے نوازا ہے تو اس کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ اسے صرف کرتے وقت متعین حد بندیوں کو ملحوظ رکھے۔ اللہ کا فرمان ہے :ـــ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا

تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ (بنی اسرائیل : ۲۹)

اے پیغمبر! اپنے ہاتھ کو (از راہِ بخل) گردن سے مت باندھ اور نہ (از راہ اسراف) اس کو مکمل کھول ورنہ بعد میں تو ملامت زدہ اور حسرت زدہ ہو کر بیٹھ رہے گا۔

اس آیت میں خطاب تو پیغمبر سے ہے۔ مگر ہدایت پوری اُمت مسلمہ کیلئے ہے کیوں کہ وحی الہٰی کا مہبط اول قلب محمد ہے۔

مغلول و بسط اور ملوم و محسور کے الفاظ فنِ بلاغت کے شاہکار ہیں۔ معانی و مفاہیم کے تلاطم۔ اس آیت کریمہ میں حلاوت و شیرینی ہے۔ اس میں قلب و جگر کی تازگی اور سرور اور ایمان ہے۔ اور یہ سرور و کیف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو عربی ادب کی باریکیوں کا رمز شناس ہو۔

معاشی نظام کے درہم برہم ہونے کی اہم اسباب و وجوہ!

انسانی معیشت اس وقت خطرات کے بھنور میں پھنستی ہے جب دولت کی محبت والفت حد اعتدال کو عبور کر لیتی ہے اور یہ محبت جنون میں بدل جاتی ہے۔ پھر انسانی حقوق کے غصب و نہب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حرص و ہوس کا عفریت جلد ہی قومی وجود کو نگل جاتا ہے۔

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر (التکاثر: ۱،۲)

تم کثرتِ مال کی محبت میں دیوانے ہو گئے حتیٰ کہ وہ تمہاری موت کا پروانہ لے آئی۔

اس آیت شریفہ کے اندر علم معیشت کا ایک باریک نکتہ پنہاں ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم نے دولت سے محبت و وارفتگی کا زیادہ مظاہرہ کیا تو پھر صرف تمہاری (فرد واحد) ہی موت واقع نہ ہو گی بلکہ انسانی آبادیاں قبرستانوں میں بدل جائیں گی۔ لہٰذا فسادِ معیشت کے اسباب و وجوہ کو معاشی زندگی میں مدنظر رکھا جائے تو پھر معاشرہ سے ہر قسم کی ابتری۔ بدنظمی اور بے چینی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ وجوہ فساد حسب ذیل ہیں۔

۱ — اکتناز ۔ (جمع کرنا)

۲ ——— احتکار ۔ (ذخیرہ اندوزی)

۳ ——— سود ۔ (بیاج)

۴ ——— قمار ۔ (جوا)

۵ ——— تبذیر واسراف ۔ (فضول خرچی)

۶ ——— تنعم وتن پرستی ۔

۷ ——— اتلاف مال ۔ (پیداوار کا ضائع کرنا)

۸ ——— تبخیس ۔ (معیار و قیمت کو کم کرنا)

اکتناز !

اسلام سرمایہ داری کے دریافت کی جڑ پہ کلہاڑا چلاتا ہے ۔ مال کا جمع کرنا اور خزانہ بنانا اور پھر اس خزانہ میں لگاتار اضافہ کرتے رہنا اور حاجتمندوں کیلئے اسے راہ خدا میں صرف نہ کرنا یہ عمل معاشرہ کیلئے سخت درد واذیت کا باعث ہے ۔ خدا اس سرمایہ پرستی کو پسند نہیں کرتا ۔ جو لوگ ایسے کارِ شر میں مبتلا ہیں ان کے حق میں خدا کی سخت وعید ہے ۔

والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۔ ——— (توبہ : ۳۴)

جو لوگ سونا چاندی کے انبار لگاتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ۔ اے پیغمبر ! ان کو اذیت ناک سزا سے آگاہ کر دو ۔

احتکار !

کاروباری لوگ مارکیٹ میں اپنے مال کی قیمت بڑھانے کیلئے مال کی رسد (SUPLY) روک لیتے ہیں تاکہ طلب اور مانگ بڑھ جائے اور اشیاء صرف کی منہ مانگی قیمت گاہکوں سے وصول کی جائے ۔ یہ معاشرے کے خلاف ایک گھناؤنا جرم ہے ۔ اس جرم کا ارتکاب دو کاندار دن

کی طرف سے تھریک کا خاندان کی طرف سے بہرحال یہ خدا کے نزدیک سنگین جرم ہے یہ تو گلنس معاشرہ کو بے بس اور نڈھال کرنے کیلئے عمل قتل ہے۔ پیغمبر اسلام کا ہاتھ معاشرے کی نبض پر تھا۔ آپ کا فرمان گرامی ہے۔

من احتکر یرید ان یتغالی بہا علی المسلمین فہو خاطئ وقد برئت منہ ذمۃ اللہ (مستدرک حاکم جلد ۲: ص ۱۲)

جو شخص مسلمانوں میں مہنگائی پیدا کرنے کیلئے ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہے اللہ کی حفاظت کا سایہ اس کے سر پر نہیں ہے۔

ربا (سود)!

سود وہ مقررہ اور متعین منافع ہے جو استعمال دولت پر دوسروں سے وصول کیاجاتا ہے۔ اس سے دولت مند کا سرمایہ جس قدر بڑھتا ہے وہ اسے مزید بڑھانے کی فکر میں ہلکان رہتا ہے۔ یتخبطہ الشیطان۔ شیطان اسے لیلیٰ مال کے عشق میں قیس بنائے رکھتا ہے۔ وہ مال میں اضافہ دیکھ کر خوش ہوتا اس طرح مال کے جمع کرنے میں اسکی پیش تندی جاری رہتی ہے۔ مگر اسلام کی روح سرمایہ میں ایسی افزائش کے یکسر خلاف ہے اسکی روح صدقات و خیرات کی داعی ہے۔ اس سے قومی خوشحالی اور رفاہیت عامہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات۔ (البقرہ: ۲۷۶)

اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو پھیلاتا ہے۔

تبذیر و اسراف!

تبذیر: غیر شرعی مصارف پر مال خرچ کرنے کو تبذیر (فضول خرچی) کہتے ہیں۔ مثلاً زناکاری، جوابازی۔ سٹہ بازی، سینما، کبوتر بازی، بھیٹر بازی، پتنگ بازی آتش بازی اس طرح کے بہت سے منکرات و فحشاء ہیں یہ سب غیر شرعی مصارف ہیں۔ جن پر روپیہ خرچ کرنا ملک و ملت کے مفاد کے ساتھ بے وفائی ہے۔۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ۔ (الاسراء : ۲۵)
بیشک مال کو فضول و لغو کاموں میں صرف کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں ۔
شیطان ایک مجسم بدی کا نام ہے ۔ دنیا کے تمام شر و فساد کا سرچشمہ ہے — جو لوگ لغو اور بے مقصد مشغلوں پر روپیہ پانی کیطرح بہا دیتے ہیں ۔ ان کا رشتۂ اخوت شیطان کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے ۔ اور شیطان انسان کا دشمن ہے ۔ تو یہ فضول خرچی انسانیت سے دشمنی ہے ۔

اسراف : جائز کاموں میں ضرورت و تناسب سے زیادہ مال خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں ، مثلاً ضرورت کیلئے سادہ مکان کافی ہے ۔ مگر اس کی زیب و زینت پر لاکھوں روپیہ صرف کر ڈالنا اسراف ہے ۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین ۔ کھاؤ پیو لیکن اسراف سے کام نہ لو (الاعراف : ۳۱)
بے شک اللہ تعالیٰ بے تحاشا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔۔۔

شادی و مرگ کے موقعہ پر بے تحاشہ روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے کچھ خرچ تو نام و نمود کیلئے ہوتا ہے اور کچھ نام نہاد مذہبی رسوم کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے ۔ امیر اور دولت مند تو ایسے موقعوں پر شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ خرچ کرتے ہی ہیں ۔ مگر غربت و افلاس کے ازلی اسیر بھی اس میدان میں پیچھے رہنا گوارا نہیں کرتے ۔ خواہ یہ سارا دھندہ ادھار کے مال پر ہو ۔ یہی وہ معاشرتی شقاوت اور بدبختی ہے ۔ جس نے معاشرے کے جسم کو نڈھال کر رکھا ہے ۔ یخربون بیوتھم بایدیھم کا مصداق بھی تو ایسے ہی لوگ ہیں ۔

سادہ قبر میں میت کو دفن کر دینا ایک شرعی عمل ہے ۔ مگر مقبروں کی تعمیر اور زیب و آرائش پر لاکھوں اور کروڑوں روپیہ خرچ کر دینا یہ قومی دولت کو برباد کرنا ہے ۔ مقبرہ خواہ خدا رسیدہ بزرگ کا ہو یا بڑے قومی رہنما کا ۔ یہ سنت انبیاء نہیں ہے ۔ یہ سنت فراعنہ مصر یا دوسرے کافروں کی ہے ۔ خدا مسلمانوں کو عقل و شعور دے ۔